کشمیر میں حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کا تبلیغی کارنامہ

مصنف

خاکی محمد فاروق

فون:8082809097

۱۷/ذی قعدہ ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۵/مئی ۲۰۲۵ء جمعرات

کشمیر میں حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کا تبلیغی کارنامہ

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمہ اللہ آٹھویں صدی ہجری میں عالمِ اسلام کے عظیم عالم وفاضل، عارف وصوفی، مؤلف ومصنف اور داعی ومبلغ تھے۔انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ سیر وسیاحت میں گزارا۔اس دوران انہوں نے سینکڑوں اولیاء وعلماء سے استفادہ کے ساتھ بےشمار لوگوں کو اپنے درس وتدریس اور تعلیم وتربیت سے مستفید کیا۔ہزاروں بندگانِ خدا کو راہِ حق دکھادی۔دنیا کے دوسرے ممالک اور شہروں کے ساتھ وہ تین بار کشمیر بھی آئے ہیں اور یہاں ہزاروں لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

حضرت میر سید علی ہمدانی رحمہ اللہ ایک کامیاب داعیِ دین اور مبلغِ اسلام تھے۔تاریخ اور تذکرہ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں جہاں بھی جاتے وہاں ایک منصوبہ بند طریقے کے مطابق کام کرتے تھے۔وہ جب کشمیر میں دعوتِ دین کے کام کی طرف متوجہ ہوئے،تو انہوں نے ایک منصوبۂ عمل مرتب کیا۔جس کے مطابق انہوں نے کشمیر میں سارا تبلیغی کام انجام دیا۔اسی منصوبہ کے مطابق انہوں نے سب سے پہلے اپنے دعوتی مرکز ختلان (موجودہ تاجکستان) سے کشمیر کے سیاسی، سماجی اور مذہبی حالات جاننے اور یہاں کے لوگوں کی عادات واطوار اور رہن سہن معلوم کرنے کے لیے اپنے قابلِ اعتماد ساتھی اور اپنے چچازاد بھائی حضرت سید حسین سمنانیؒ کو ۷۷۳ھ یا ۷۷۲ھ سلطان شہاب الدین کے دورِ حکومت میں کشمیر بھیج دیا[1]۔بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کے ساتھ حضرت سید تاج الدین سمنانیؒ بھی تھے[2]۔مگر بعض محققین نے اس بات کا انکار کر کے لکھا ہے کہ سید تاج الدینؒ حضرت سید حسین سمنانیؒ سے پہلے ۷۶۲ھ میں کشمیر تشریف لائے تھے۔[3] سید

حسین سمنانی رحمہ اللہ کشمیر میں وارد ہوئے اور کولگام میں قیام فرما کر دعوت واصلاح کے کام میں مشغول ہوئے اور اس کے ساتھ وہ یہاں کے حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ جب انہوں نے کشمیر کے سیاسی، سماجی، مذہبی حالات اور عوامی مسائل کا صحیح اندازہ لگا لیا تو انہوں نے حضرت امیر کبیر رحمہ اللہ کو ان سارے حالات سے باخبر کیا اور انہیں یہاں آنے کی دعوت دی۔[۴] بعض روایات میں آیا کہ وہ خود ختلان حضرت امیر کبیرؒ کے پاس گئے اور انہیں یہاں کے حالات سے باخبر کیا۔ پھر حضرت امیرؒ نے ان کو کشمیر کی طرف دوبارہ بھیج دیا۔

حضرت امیرؒ کی کشمیر میں پہلی تشریف آوری

جب حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ یہاں کے حالات سے ختلان میں ہی باخبر ہوئے، تو انہوں نے اپنے مرتب کردہ منصوبہ عمل کے مطابق دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ وہ خود ایک مختصر جماعت کے ساتھ سلطان شہاب الدین کے زمانۂ حکومت ۷۷۴ھ میں کشمیر تشریف آور ہوئے۔[۵] یہاں پہنچتے ہی سلطان شہاب الدین کے بھائی قطب الدین نے ان کا اور ان کے رفقاء کا بڑی گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا اور انہیں اپنے محل کے قریب ہی سرینگر میں سید تاج الدینؒ کے گھر میں بٹھایا اور ان کی بڑی مہمان نوازی کی۔[۶] یہاں پہنچ کر حضرت امیر کبیرؒ نے سب سے پہلے یہاں حضرت بلبل شاہ رحمہ اللہ سے لے کر اس وقت تک کے دعوتی اور تبلیغی کام کا بغور جائزہ لیا اور جن مبلغین اور داعیانِ حق نے اس دوران کشمیر میں دعوتِ دین کے حوالے سے سعی و جہد کی تھی، ان پر اور ان کے کام اور طریقہ کار پر بھی ایک محققانہ نگاہ ڈالی تا کہ آئندہ جو طریقہ کار دعوت واصلاح کے کام کے لیے مرتب کیا جائے وہ موثر اور نتیجہ خیز ہو اور کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام ہو۔ ان داعیانِ حق کے طریقۂ تبلیغ میں جو خوبیاں ہوں انہیں اپنایا جائے اور جو کمزوریاں اور کوتاہیاں ہوں انہیں دور کیا جائے۔ اس کے ساتھ انہوں نے یہاں کے مذہبی، اخلاقی، سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حالات کا جائزہ لیا

اورلوگوں کے رہن سہن، عادات واطوار اور خیالات وافکار کو بغور دیکھا اور بعد میں انہیں چیزوں کو مدِ نظر رکھ کرانھوں نے دعوتی پروگرام مرتب کیا۔

دوسرا کام حضرت امیر کبیرؒ نے یہاں پہنچتے ہی یہ کیا کہ دربارِ سلطنت کے ذمّہ داروں اور دیگر بااثر افراد سے روابط قائم کیے۔ چوں کہ یہ کام ان کے چچازاد بھائیوں سید حسین سمنانی اور سید تاج الدین سمنانی رحمۃ اللہ علیہماے نے ان کے لیے بہت حد تک آسان کر دیا تھا۔ چناں چہ یہ دونوں بزرگ ان سے پہلے ہی یہاں موجود تھے۔ سلطان شہاب الدین ان کے کردار و عمل اور علم وفضل کے کمالات دیکھ کر ان کا ارادت مند بن چکا تھا۔ اور سلطان قطب الدین بھی ان سے متاثر تھا۔ پھر حضرت امیر کبیرؒ نے ان بزرگوں کے دربارِ سلطنت کے ساتھ ان روابط کواور بھی مستحکم کیا اوران کے اس اثر ورسوخ کو اسلام کی ترقی اور اشاعتِ دین کے لیے بروئے کار لایا۔ کیوں کہ حضرت امیرؒ جانتے تھے کہ دعوت واصلاح اور اقامتِ دین کا کام اُمراء کی مدد ومعاونت کے بغیر بہت ہی مشکل ہے۔ اس لیے انہوں نے سلاطین وامراء کی توجہ دعوتِ اسلامی، اشاعتِ دین اور شریعت کی ترویج کی طرف مبذول کرائی۔ جس کے نتیجہ میں سلطان شہاب الدین اور سلطان قطب الدین اور دیگر ذمّہ داراں بعد میں اسلام کی اشاعت اور ترقی میں بڑے سرگرم ہوئے اور حضرت امیر کبیرؒ اوران کے ساتھیوں کے معاون ومددگار ثابت ہوئے۔ اس بار حضرت میر سید علی ہمدانی رحمہ اللہ یہاں چار یا چھ ماہ کا مختصر قیام کر کے ہندوستان کے راستے سے واپس لوٹ گئے۔ ۸ے

تشکیلِ جماعت

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیر سے واپس ہوکر حج بیت اللہ کا فریضہ انجام دیا۔ پھر ختلان میں آ کر کشمیر میں دعوتی اور تبلیغی مشن کی تکمیل کے لیے کام کرنے لگے۔ سب سے پہلے انہوں نے ایک منظّم جماعت کی تشکیل کی طرف توجہ دی۔ اکثر مؤرخین و

محققین کے مطابق یہاں سے واپس جانے کے بعد وہ چھ، سات سال کے بعد دوسری بار ۷۸۱ھ میں کشمیر تشریف لائے۔ گمانِ غالب ہے کہ انہوں نے اس مدت کو افراد کی تعلیم وتربیت اور جماعت کی تشکیل وانتخاب میں صرف کیا ہوگا۔ کیوں کہ دعوت وتبلیغ کی تحریک میں علم وایمان، سیرت وکردار اور فکروشعور کے اعتبار سے جتنے مضبوط افراد ہوں گے، اتنا ہی دعوت وتبلیغ کا کام حوصلہ افزا اور نتیجہ خیز ہوسکتا ہے۔ اس کے برعکس افراد جتنے فکروشعور اور علم وایمان کے لحاظ سے کمزور ہوں گے۔ اتنا ہی یہ کام مشکل اور کم ثمر بار ہوگا۔ یہی کام اسلامی تحریکوں کے لیے اہم اور بڑا نازک ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت میر سیدؒ نے ہر فرد کی تعلیم وتربیت اس انداز سے کی کہ وہ اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی اور دینِ حق کی سربلندی کی خاطر ہر ایک تکلیف ومشکل برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہو اور راہِ حق میں بے مثال قربانیاں دینے کے لیے تیار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دینِ حق کی دعوت واقامت اور غلبہ کے لیے اپنے گھروں کی پُرسکون زندگی کو خیرباد کہہ کر مسافرانہ زندگی کو گلے لگالیا۔ اپنے اہل وعیال اور دیگر قریبی رشتہ داروں اور دوست واحباب کو چھوڑ کر ایک اجنبی ماحول میں آگئے۔ مال ودولت اور زمین وجائداد کو لات مار کر غربت وافلاس کی زندگی بسر کی اور اپنے عزیز وطن سے دور ہوکر کشمیر کو اپنی سکونت سے رونق بخشی۔

پھر جب حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ رفقائے کرام کی تعلیم وتربیت اور جماعت کی تشکیل وانتخاب سے فارغ ہوئے، تو وہ سات سو داعیانِ حق کے ساتھ ۷۸۱ھ میں کشمیر وارد ہوئے ۹۔ اِس مرتبہ انہوں نے اسلامی اور دیگر کتب کا ایک بڑا ذخیرہ بھی اپنے ساتھ لیا ۱۰۔ جب حضرت امیر کبیر رحمہ اللہ اپنے رفقائے کرام کے ساتھ سرینگر پہنچے، تو یہاں کے بادشاہ سلطان قطب الدین نے ان کا اور ان کے ساتھ داعیانِ حق کا پُرجوش استقبال کر کے ان کی مہمان نوازی بڑی شان وشوکت سے کی۔ پھر سلطان نے حضرت امیر کبیر رحمہ اللہ کو محلّہ علاءالدین پورہ موجودہ خانقاہ معلیٰ کی جگہ پر ٹھہرایا۔ یہاں اس وقت ایک سرکاری مسافر خانہ

تھا۔اا

داعیانِ حق کی ماموریت

حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ جب دوسری دفعہ کشمیر آئے تو انہوں نے اپنے منصوبہ بند طریقہ کار کے مطابق سب سے پہلے یہاں کے مختلف گاؤں، قصبوں اور علاقوں میں اپنے رفقائے کرام کو دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں بھیج دیا۔ تاریخ اور تذکرہ کی کتابوں اور آثار وقرائن سے صاف طور واضح ہوتا ہے کہ حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیر میں دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں ایک ہمہ گیر تحریک چلائی اور کشمیر کے گوشہ گوشہ میں اپنے داعیانِ حق کو بھیج دیا اور خود ان کی نگرانی کرتے رہے اور وقتاً فوقتاً ان کے کام کا جائزہ لیتے رہے۔ اس وقت یہاں کے لوگوں کی اکثریت کفر وشرک اور خدا بے زاری میں مبتلا تھی۔ اگرچہ شہرِ سرینگر اور ایک دو قصبہ جات میں اسلام کی آواز پہنچ چکی تھی۔ مگر اکثر گاؤں، قصبہ جات اور علاقے سرے سے ہی اسلام اور اس کے پیغام سے بے خبر تھے۔ اور لوگوں کی جو قلیل تعداد مسلمان ہو چکی تھی وہ بھی اسلام سے عملاً بہت دور تھی۔

ان حالات میں حضرت امیر کبیر رحمہ اللہ نے کشمیر کے مرکزی شہر سرینگر کی طرف خصوصی توجہ دی۔ یہاں انہوں نے خود قیام کر کے اِسی شہر کو دعوت وتبلیغ کا مرکز بنایا۔ یہیں سے کشمیر کے دور دراز علاقوں میں مبلغینِ اسلام کو بھیجتے رہے اور خانقاہ معلّی کے مقام پر با قاعدہ درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور ہزاروں بندگانِ خدا کو راہِ راست دکھا دی۔ اس کے علاوہ شہر کے مختلف علاقوں میں اشاعتِ دین کی خاطر بہت سے داعیانِ حق کو مامور کیا۔ جنہوں نے سرینگر اور اس کے نواحی علاقوں میں بڑی سرگرمی اور جوش وخروش سے دعوتِ دین اور اشاعتِ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ بندگانِ خدا کو صدیوں پرانے کفر وشرک اور بُت پرستی سے چھٹکارا دلا دیا۔ توحید ورسالت کے پیغام سے انہیں آشنا کیا۔ پھر حضرت

امیر کبیرؒ کے حکم سے یہیں آخری دم تک قیام پذیر رہیں اور اسلام کی خدمت انجام دیتے رہیں اور سرینگر کے مختلف علاقوں میں آسودۂ خاک ہوئے۔[۱۲]

اسی طرح قصبۂ پانپور، بیج بہاڑہ، لتہ پورہ، لتر پلوامہ، آرہوم شوپیان، آون پورہ ترال، آرہامہ کنگن، فتح گڑھ ناروا و(بارہ مولہ)، ویذر کریری(پرگنہ کروہن)، نائد کھے سمبل سوناواری اور کولگام وغیرہ میں اپنے قابل و فاضل رفقائے کرام کو بھیج دیا۔ جنھوں نے ان علاقوں اور ان کے اطراف واکناف میں بڑی سرگرمی اور شوق وذوق سے دعوتِ دین کا کام انجام دیا، اور ہزاروں لوگوں کو اسلام کی نعمت سے بہرہ مند کیا۔ آخر وہ انہیں علاقوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آسودۂ خاک ہوئے۔[۱۳]

روسائے کفّار کو دعوت

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بار اپنے مرتب کردہ منصوبہ کے مطابق دوسرا کام یہ کیا کہ انہوں نے غیر مسلموں کے مذہبی پیشواؤں اور رہنماؤں کی طرف توجہ دی۔ کیوں کہ یہی لوگ عوام کی گمراہی اور کفر وشرک کے ذمّہ دار تھے۔ عوام کو ان سے والہانہ عقیدت تھی۔ اس لیے یہ جس طرف چلتے لوگ بھی اسی طرف چل پڑتے۔ جس چیز کو یہ چھوڑتے عام لوگ بھی اس کو رد کرتے تھے۔ ان کے ماننے والوں میں کسی کی یہ جرأت نہ تھی کہ ان کی تقلید واطاعت سے منہ موڑے اور ان کی مخالفت کرتے، بلکہ ان کے نزدیک یہی مذہبی پیشوا خدا یا خدا کے منظورِ نظر اور ان کا طریقۂ زندگی عینِ مذہب تھا۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ یہ لوگ غلط ہو نہیں سکتے اور نہ ان سے غلطی ہوسکتی ہے، لہٰذا یہ جس بات کا ہمیں حکم دے تو ہمیں واجب ہے کہ ہم اس کی جلد از جلد تعمیل کریں۔ اگر اس میں ہمیں کوئی تاخیر ہوئی تو ہم مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ چوں کہ حضرت امیر کبیرؒ ان حالات سے بہ خوبی واقف تھے۔ اس لیے انہوں نے پہلے انہیں پیشواؤں کو دعوت وتبلیغ کے مخاطب بنایا اور اپنے رفقائے کرام کو

بھی اس بات کی تاکید کی، بلکہ داعیانِ حق کی ماموریت کے وقت اُن جگہوں کو اہمیت دی جہاں ان رہبرانِ کفّار کے مراکز اوراڈے تھے۔ جیسا کہ پانپور، لتہ پور، بیج بہاڑہ، اونتی پورہ، ترال، فتح گڑھ، سرینگر وغیرہ۔

حضرت امیر رحمہ اللہ بھی اسی جگہ قیام پذیر ہوئے جو کفر وشرک کے دیوانوں کا مرکز تھا اور جہاں غیر مسلموں کے بڑے بڑے پیشوااور رہنما بیٹھا کرتے تھےاور کذب و باطل کو وادی میں فروغ دیتے تھے۔ گوان کی خاص توجہ کفر وشرک کے علمبرداروں اوران کے مراکز پر تھی۔ اسی لیےانہوں نے کشمیر آتے ہی پنچال پہاڑ پر ہندوؤں کےایک بڑے راہب کودولتِ ایمان سے مالا مال کیا[۱۴]۔ پھر جب وہ سرینگر پہنچے تو اُس جگہ قیام فرمایا جہاں اس وقت خانقاہ معلیٰ ہے۔ یہاں اُس زمانے میں ایک عظیم الشان بت خانے کا مجاور شاپور نامی شخص تھا، جو سرینگر کے غیر مسلموں کا بڑا قائد ورہنما تھا۔ اس کے ساتھ حضرت امیرؒ کوایک طویل مکالمہ اور بحث ہوئی۔ اس بحث و مباحثہ کے دوران جب حضرت امیر کبیرؒ نے اس کے سامنے اسلام کی خوبیاں اور کفر وشرک کی خامیاں بیان کیں، تو اس مجاور کا دل اسلام کے لیے کھُل گیا اور وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا اور حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا اسلامی نام شاہ محمد رکھا [۱۵]۔ اس مجاور کے مشرف بہ اسلام ہونے کے ساتھ لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کرلیا[۱۶]۔ احمد پورہ ماگام کے ملک لدی ماگرے بھی کشمیری ہندوؤں کا بڑا رہنما اور سردار تھا۔ اس نے اپنے فرزند ملک احمد ماگرے کے ساتھ حضرت امیر کبیرؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ پھران دونوں باپ بیٹوں نے حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت سے زہد و تقویٰ اور علم وتدبر میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ ملک احمد ماگرے سلطان حسن شاہ کے دور میں کئی سال تک وزیر بھی رہے[۱۷]۔ اسی طرح قصبہ پانپور میں ہندوؤ کا ایک اور رئیس وسرداراور رہنما مہند بٹ تھا۔ اس نے بھی حضرت امیر کبیرؒ کے ذریعہ اسلام قبول کیا۔ قبولِ اسلام کے بعد ان کا نام میر محمد رکھا گیا۔ پھر وہ امیرؒ اوران کے رفقائے کرام کی تعلیم وتربیت سے زہد وتقویٰ اور

خدا ترسی میں ایک اعلیٰ مقام پا گئے۔۱۸؎

امراء ووزراء کی تربیت

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مسلموں کے مذہبی پیشواؤں اور رہنماؤں کے ساتھ یہاں کے امراء ووزراء کی طرف بھی خاص توجہ دی۔ چوں کہ ان سے حضرت امیرؒ کے تعلقات پہلے سے ہی استوار ہو چکے تھے۔مگر اس بار ان تعلقات کو از سرنو دینی اور اسلامی بنیادوں پر مضبوط اور استوار کیا گیا اور انہیں اسلام کے اصل تقاضوں اور مطالبوں سے روشناس کیا گیا اور قرآن وحدیث کی تعلیمات سے انہیں واقف کرایا گیا۔ خاص کر سلطان قطب الدین کی تعلیم وتربیت پر زور دیا گیا۔ کیوں کہ سلطان اسلامی تعلیمات اور احکام سے ابھی پوری طرح واقف نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مسلمان ہونے کے باوجود بھی بت خانوں میں جاتا تھا اور کافرانہ لباس پہنتا تھا اور اس کے نکاح میں بیک وقت دو سگی بہنیں تھیں جو کہ اسلامی شریعت کی رُو سے حرام ہے۔ لہٰذا ضرورت تھی کہ اس کو ایک پختہ مسلمان بنایا جائے اور اس کو اسلامی تعلیمات اور احکام سے باخبر کیا جائے، کیوں کہ حضرت امیر کبیر رحمہ اللہ یہ بہ خوبی جانتے تھے کہ ایک صالح نظامِ حکومت ایک صالح حاکم سے ہی وجود میں آ سکتا ہے اور صالح معاشرہ اور اسلامی تہذیب وتمدن صالح نظامِ حکومت کے سائے تلے ہی اپنی پرورش پا سکتا ہے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ دعوت واصلاح اور درس وتدریس کا کام بھی بڑی تیزی اور اسلامی بنیادوں پر ہو سکتا ہے، جب اس کے حامی ومددگار امراء وسلاطین ہوں۔ اس لیے حضرت امیرؒ نے ان کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کی طرف خاص توجہ دی۔ جس میں ان کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ جب انہوں نے سلطان قطب الدین کو یہ واضح کیا کہ ایک مسلمان بیک وقت دو سگی بہنوں کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ یہ سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے تو سلطان نے فوراً ایک بیوی کو طلاق دے دی۱۹؎۔ اس طرح سلطان کو بتدریج

احکامِ الٰہی کی طرف رہنمائی کی۔ جس کے نتیجے میں سلطان حضرت امیرؒ کا بڑا عقیدت مند بن گیا اور ان کے درس وتدریس کی محفلوں میں بڑے شوق وذوق سے شریک ہوتا اور ان کے علم وعرفان اور صحبت سے مستفید ہوتا اور سعادتِ ابدی حاصل کرتا رہتا۔ حضرت امیرؒ نے ان کو تبرکاً اپنی کلاہ مبارک عطا فرمائی۔ جس کو سلطان ہمیشہ اپنے تاج میں رکھتا تھا۔۲۰

اسی طرح حضرت امیر کبیر رحمہ اللہ سلطان اور اس کے دیگر ارکانِ سلطنت کو بھی تربیت کرتے رہے اور انہیں یہ واضح کیا کہ یہ دنیوی زندگی بہرحال عارضی اور فانی ہے۔ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے لہٰذا ایک بندے کو چاہیے کہ اُس دائمی زندگی کی خوشحالی کے لیے کام کرے اور یہ یقین اپنے ذہن میں ہمیشہ مستحضر رکھے کہ اسے یہاں کے ہر چھوٹے بڑے کام کا اللہ کے سامنے حساب دینا ہے اور ایک حاکم وامیر کو یہ یادرکھنا چاہیے کہ یہ امارت وحکومت اصل میں میرے پاس امانت ہے اس کے متعلق آخرت میں مجھ سے پوچھ تاچھ ہوگی۔ اس لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق امورِ سلطنت انجام دے۔ اس کے علاوہ امیر کبیرؒ نے سلطان قطب الدین کی تعلیم وتربیت اور احکامِ شریعت سے واقف کرانے اور اسلام کے نظامِ رحمت سے آگاہ کرنے کے لیے اپنے خاص دو رفیقوں پیر سید محمد قاریؒ اور سید کمال الدین محدثؒ کو مامور کیا۔۲۲

دینی اور تعلیمی اداروں کا قیام

حضرت سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ جب دوسری بار کشمیر آئے، تو انہوں نے مسجدوں، درسگاہوں اور خانقاہوں اور دیگر دینی مراکز کے قیام کی طرف خصوصی توجہ دی۔ وہ جانتے تھے کہ اسلامی انقلاب کے لیے اسلامی مراکز کا قیام نہایت ضروری ہیں اور ان کے بغیر ایک صالح اور پائدار انقلاب برپا نہیں ہوسکتا اور اس بات سے بھی وہ واقف تھے کہ ایک قوم کو بدلنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے فکر وشعور اور خیالات کو بدل دیا جائے۔ لہٰذا فکر وخیال

کی تبدیلی کے لیے اسلامی دانشگاہوں اور علمی اداروں کا قیام عمل میں لانا نہایت ضروری تھا۔ اس لیے وہ جب یہاں آئے تو وہ محلّہ علاءالدین پورہ میں قیام پذیر ہوئے اور یہاں عبادت کے لیے ایک چبوترہ بنادیا۲۳۔ یہ چبوترہ ایک عبادت خانہ ہی نہیں تھا بلکہ یہ درس وتدریس کے لیے ایک درسگاہ اور دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں کا مرکز اور داعیانِ حق اور مبلغینِ دین کا اجتماع گاہ بھی تھی۔ یہیں دعوت واصلاح کے منصوبے اور پروگرام بنتے تھے اور اس مرکز سے داعیانِ حق کے لیے ماموریت کے احکام صادر ہوتے تھے جو کتابوں کا ذخیرہ حضرت میر سیدؒ اپنے ساتھ لائے تھے اس کو بھی یہیں رکھا اور اس طرح ایک عالی شان کتب خانہ بھی یہیں قائم کیا۲۴۔ اور اسی جگہ پر وہ نومسلموں کی دینی تربیت کرتے تھے۔ انہیں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آراستہ فرماتے اور یہ واضح کرتے تھے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد بندہ ہر کام قرآن وحدیث کے مطابق انجام دے اور ہر جگہ پر اللہ کی بندگی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے۔ اس بات کی اب کوئی گنجائش نہیں ہے کہ آپ مسلمان بھی ہوں اور بت خانوں میں بھی جا کر بتوں اور دیگر چیزوں کی پرستش کریں۔ بلکہ اب آپ کو بس ایک خدا کی عبادت وبندگی کرنی ہے۔ اس کے دین کی اقامت وغلبہ اور دعوت کے لیے زندگی بھر جدوجہد کرنی ہے اور اسی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنانا ہوگا۔ اس کے علاوہ یہیں سے حضرت امیر کبیرؒ اپنے داعیانِ حق کی جنھیں انہوں نے کشمیر کے مختلف علاقوں میں مامور کیا تھا، ان کے کام کی نگرانی کرتے اور انہیں مفید مشوروں سے نوازتے تھے۔

اس کے ساتھ حضرت امیر کبیر رحمہ اللہ نے اپنے رفقائے کرام کی توجہ بھی دینی مراکز اور علمی اداروں کی طرف مبذول کرائی۔ جس کے نتیجہ میں ان کے رفقائے کرام نے کشمیر کے دور دراز علاقوں میں درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کی محفلوں کا اہتمام کیا اور جہاں گئے وہاں دعوتی مراکز کا قیام عمل میں لایا۔ تاریخ میں ایسی ساری مساجد وخانقاہوں اور مدارس کا تفصیل کے ساتھ ذکر نہیں ملتا جنھیں ان پاکبازوں نے قائم کیا۔ البتہ چند مساجد وخانقاہوں اور

درسگاہوں کا تذکرہ ملتا ہیں۔ وہ یوں ہیں: حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے خاص رفیق سید جمال الدین محدثؒ نے فتح کدل سرینگر کے قریب ایک مدرسہ ''عروۃُ الوثقیٰ'' کے نام سے قائم کیا ۲۵۔ پیر سید محمد قاریؒ متوفی ۷۹۲ھ نے بھی اسی علاقہ میں ایک مدرسہ سلطان قطب الدین کے تعاون سے قائم کیا۔ یہ درسگاہ ''مدرسۂ قطب الدین'' کے نام سے معروف تھی۔ایک اور درسگاہ ''مدرسۃُ القرآن'' کے نام سے شیخ سلیمانؒ کی سربراہی میں قائم ہوئی۔ جس میں طلبا کو قرآنی علوم سکھانے کے ساتھ تجوید کی تعلیم دی جاتی تھی ۲۶۔ بجبہاڑہ میں حضرت امیر کبیر رحمہ اللہ کے رفیق حضرت سید محمد قریشیؒ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایک جامع مسجد تعمیر کی ۲۷۔ تاریخ کبیر میں ہے کہ آون پورہ ترال میں سید رکن الدینؒ متوفی ۷۹۲ھ نے اور پانپور میں سید نعمت اللہؒ نے مسجدیں تعمیر کیں۔اسی طرح حضرت امیر کبیرؒ اوران کے رفقاء جہاں بھی گئے وہاں انہوں نے مسجدیں، درسگاہیں اور علمی اور دینی مراکز قائم کیے۔ان میں کچھ مستقل طور پر قائم کیے گئے اور بعض جگہوں پر ان کا قیام عارضی تھا۔یہی جگہیں ہیں جن پر بعد میں بڑی بڑی خانقاہیں، مدارس اور مسجدیں تعمیر کی گئیں۔جیسے خانقاہ معلیٰ سرینگر، خانقاہِ اعلیٰ ترال، خانقاہِ امیریہ نمبلہ بل پانپور، خانقاہِ والا وچی، خانقاہِ کبروی مٹن اسلام آباد، خانقاہِ امیریہ مونگہا مہ پلوامہ وغیرہ قابل ذکر ہیں ۲۸۔ان درسگاہوں اور دینی مراکز کے ساتھ لوگوں کے مطالعہ کے لیے کتب خانے بھی قائم کیے گئے۔

کامیابی کی ایک وجہ یہ بھی تھی

حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ کو کشمیر میں دعوت وتبلیغ میں جو غیر معمولی اور اہم کامیابی حاصل ہوئی۔ایسی کامیابی شاید برصغیر کے کسی داعی کو نصیب نہ ہوئی ہو۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے کشمیر کی اقتصادی بدحالی کو بھی پیشِ نظر رکھ کر یہاں کے لیے دعوتی منصوبہ عمل مرتب کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھ جو داعیانِ حق تھے، وہ عالم وفاضل، فقیہ

ومحدث، عارف ومتقی، شاعر وادیب ہی نہ تھے بلکہ وہ بڑے اعلیٰ پایہ کے ماہرِ فن، ہنرمند، کاریگر اور صنّاع تھے۔اسی لیے یہ داعیانِ حق عام کشمیریوں کے لیے مالی لحاظ سے بوجھ نہ بنے، بلکہ انہوں نے کشمیریوں کے معاشی بوجھ کو کم کردیا اور ان کو صدیوں پرانی اقتصادی بدحالی سے نکال کر مالی ترقی کی نئی دنیا میں لاکھڑا کردیا اوران کے لیے ترقی کی نئی راہیں کھول دیں۔انہیں بہت سے فنون وصنعت کاری سے آشنا کیا۔جس سے یہاں کے بہت سے معاشی مسائل کا حل نکل آیا۔بے روزگاری میں بڑی حدتک کمی آئی۔غریب عوام کی روزی روٹی کا انتظام ہوا،اور چوری،لوٹ کھسوٹ اور مالی بدحالی پرکسی حدتک قابو پایا گیا۔حضرت امیرکبیر رحمۃ اللہ علیہ خود عالم وفاضل، روحانی بزرگ، عارف اور مبلغ ہونے کے ساتھ ایک ماہرِفن تھے۔تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ پایہ کے ماہرِ معیشت بھی تھے۔یہی وجہ ہے کہ ان کواوران کی جماعت کوکشمیری لوگوں نے گلے لگالیااورانہیں بڑی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھنے لگے،ان کی باتیں بڑی شوق وذوق سے سُننے لگے۔جس کے نتیجہ میں حضرت امیرکبیر رحمہ اللہ اوران کی جماعت کودعوتِ دین اوراشاعتِ اسلام میں ایک عظیم الشان اور بے مثال کامیابی حاصل ہوئی۔حضرت امیرکبیر رحمہ اللہ جس وقت یہاں تشریف لائے،اس وقت کشمیر میں تقریباً بارہ ہزار بت تراش موجود تھے، جومختلف دیوی، دیوتاؤں کی مورتیاں بنانے میں ماہر ویکتا تھے۔۲۹ چوں کہ اسلام کی رو سے بت پرستی اور بت تراشی حرام ہے،لہٰذا اشاعتِ اسلام کے بعد یہاں بہت سے معاشی مسائل پیدا ہوسکتے تھےاورلوگوں کا ایک بڑا طبقہ مالی بدحالی کا شکار ہوسکتا تھا۔اس لیے حضرت امیرکبیرؒ نے اس کا پہلے سے ہی علاج کررکھا تھا۔انہوں نے ان کشمیری بت تراشوں کوایرانی سنگ تراشی اور دستگاری سے آشنا کیا۔اس طرح یہ لوگ بت گری کوچھوڑکر پتھروں پردیدہ زیب اورایمان افروز قرآنی آیات اوردیگر چیزیں کندہ کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔جس سے وادی کے بت تراشوں کی زندگی نے ایک نیارخ اختیار کیااور ماضی کا غیراسلامی چولا اُتار پھینکا۔غرض حضرت امیرکبیرؒ اوران

کے رفقا نے کشمیریوں کو دینِ حق کے ساتھ انہیں مالی ترقی سے بھی ہم کنار کر دیا۔

یہ مالی ترقی برائے ترقی نہ تھی۔ جیسا کہ اکثر لوگ خیال کرتے ہیں، بلکہ اس کے پیچھے ایک بڑا مقصد کارفرما تھا۔ وہ یہ تھا کہ اسلام پوجا پاٹ کی چند رسوم کا نام نہیں ہے جیسے دیگر مذاہب ہیں۔ بلکہ اسلام ایک مکمل نظامِ زندگی، ضابطہ حیات اور دستورِ زندگی کا نام ہے۔ یہ جہاں آدمی کو نماز وزکوٰۃ اور روزہ وحج کے طریقے، مقاصد اور بنیادیں واضح کرتا ہے، وہیں یہ بندے کو لین دین، کاروبار اور خرید وفروخت، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے کا طریقہ واضح کرتا ہے۔ غرض یہ انسان کو عبادات واعمال، معاشرت ومعیشت، ادب وثقافت، تہذیب وتمدن اور سیاست وعدالت کے ہر معاملے میں رہنمائی کرتا ہے۔ چاہتا ہے کہ انسانی زندگی کا ہر شعبہ اس کے فراہم کردہ ضابطوں اور اصولوں کے تابع ہو جائے۔ حضرت امیرؒ اس بات کا خواہش مند تھے کہ کشمیریوں کی زندگی کے ہر ایک شعبہ میں اسلام ہو اور ان کا ہر کام اور حرکت قرآن وحدیث کے مطابق ہو۔ جیسا کہ سید نورالدین بدخشی رحمہ اللہ اپنے سفرنامہ میں ایک جائزہ پیش کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں کہ ''شاہ ہمدانؒ کشمیریوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی تمدن کی مکمل چھاپ دیکھنے کے متمنی تھے''۔ ۳۰؎ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اس بار یہاں اڑھائی سال قیام فرمایا کر ۷۸۳ھ میں لداخ کے راستہ سے ترکستان گئے ۳۱؎۔ اس قلیل مدت میں ان کے اور ان کے رفقائے کرام کے ذریعہ ہزاروں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت امیر کبیر رحمہ اللہ کا آخری دورہ

حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ ۷۸۵ھ میں کشمیر تیسری اور آخری بار وارد ہوئے۔ اس مرتبہ انہوں نے یہاں دس ماہ قیام فرمایا ۳۲؎۔ اس دفعہ انہوں نے کشمیر آتے ہی یہاں ہو رہے دعوت وتبلیغ کے کام کا باقاعدہ جائزہ لیا۔ جن مبلغین اور داعیانِ حق کو انہوں نے پہلے ہی سے

کشمیر کے مختلف گاؤں، قصبوں اور علاقوں میں دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں مامور کیا تھا۔ سب سے پہلے انہوں نے ان کے کام کا جائزہ لیا اور اس کے لیے وہ اُن علاقوں میں گئے جہاں وہ مامور تھے اور ان کے بنائے ہوئے دینی ودعوتی مراکز اور درسگاہوں کو مزید فعال اور متحرک بنانے کی کوشش کی گئی۔ انہیں اس بارے میں بڑی اہم ہدایات دی گئیں اور انہیں یہ واضح کیا گیا کہ آئندہ وہ کیسے دعوتِ دین اور اشاعتِ اسلام کا کام انجام دیں اور دینی مدارس کو عام کریں تاکہ اسلامی فکر وتہذیب اور علم وادب سے سارا کشمیر مہک اٹھے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے گاؤں اور علاقوں کے تبلیغی دورے کیے۔

تاریخ حسن میں ہے کہ ''جب امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ آخری بار کشمیر وارد ہوئے تو انہوں نے اس مرتبہ سنتِ رسول ﷺ کے قوانین کو ترویج دی۔ ہر شخص کو احکامِ شریعت کی پابندی کرنے کی تلقین کی۔ اسلام کو اس ملک میں جاری کیا''۔ یعنی اس بار انہوں نے مسلمانوں کی توجہ اسلامی قوانین واحکام کو رائج کرنے کی طرف مبذول کی۔ انہیں اس بات کی وضاحت کی کہ اسلام ایک نظامِ زندگی، ضابطہ حیات اور دینِ کامل ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کو اس کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی ساری زندگی اس ضابطہ حیات کے مطابق گزارے اور ہر جگہ اور ہر وقت اللہ کا عابد ومطیع اور فرمابردار بن کر رہے اور جو بھی معاملہ زندگی کا طے کرے وہ اللہ کے حکم کو سامنے رکھ کر طے کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ نماز وروزہ زکوٰۃ وحج کرتے ہوئے بھی ایک کامل اور حقیقی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

علاوہ ازیں انہوں نے اس بار اُن ہزاروں مسلمانوں کے قلوب واذہان میں توحید باری تعالیٰ راسخ کرنے کی طرف خصوصی توجہ، جو گزشتہ دس بارہ سالوں میں مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ امیر کبیرؒ بہت بڑے داعیِ حق، مبلغِ اسلام اور عالمِ دین تھے۔ اس لیے وہ قرآن وحدیث اور انبیائی طریقہ تبلیغ سے بخوبی واقف تھے۔ لہٰذا انہوں نے یہاں کفر وشرک کی جڑیں اُکھاڑنے اور ایک خدا کے تصور راسخ کرنے کی ابتدا ہی سے کوششیں کیں۔ چناں چہ

وہ یہاں کے حالات سے باخبر تھے کہ یہاں اسلام سے پہلے لوگ پتھر، درخت، چشمہ، تالاب، دریا، پہاڑ، سورج، چاند، ستارے، آگ، سانپ نہ جانے کن کن چیزوں کو خدا مانتے تھے اور یہاں لاکھوں بت اور ہزاروں بت کدے موجود تھے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسانوں سے زیادہ تعداد میں خدا تھے۔ یہ بھی وہ جانتے تھے کہ ان کی پہلی تشریف آوری کے وقت یہاں کے کچھ مسلمان مسلمان ہونے کے باوجود بھی بت پرستی بڑے مزے سے کرتے اور بغیر کسی خوف وخطر کے بت کدوں میں جاتے تھے۔

ان حالات کا احساس کرتے ہوئے حضرت امیرؒ نے اپنے آخری دورے کے موقع پر اورادِ فتحیہ کی صورت میں کشمیریوں کو ایک خاص تحفہ دیا تا کہ یہ اس کو پڑھیں، سمجھیں، اس کے لفظ لفظ پر تفکّر وتدبر کر کے اس پر عمل کریں اور اس کو اپنی زندگی کا وظیفہ بنائیں۔ کیوں کہ یہ وظیفہ اوّل سے آخر تک توحید سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں توحید کے تقاضے، مطالبات اور مقاصد واضح کیے گئے اور کفر وشرک کی ہر قسم سے پڑھنے والے کو باخبر کیا گیا ہے۔ اس طرح حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیریوں کو اورادِ فتحیہ کی صورت میں ایک عظیم تحفہ دیا تا کہ ان کی سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تہذیبی زندگی کی تعمیر توحید کی بنیاد پر ہو اور اس کے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد ان کے قلب وعقل اور ظاہر و باطن کا تزکیہ اور معاشرے کی تطہیر ہو۔ پھر حضرت امیر کبیرؒ ذوالقعدہ کی ابتداء ۷۸۶ھ میں کشمیر سے زیارتِ حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے ۳۳۔ اور پکھلی (ضلع ہزارہ) میں قریباً ایک ماہ قیام کیا، اور یہیں ۶ ماہِ ذی الحجہ ۷۸۶ھ مطابق ۱۹رجنوری ۱۳۸۵ء کو انتقال فرمایا ۳۴۔ پھر اس داعیِ حق اور مبلغِ اسلام کو تاجکستان کے کولاب نامی شہر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آسودۂ خاک کیا گیا۔ ۳۵

ایک عظیم انقلاب

داعیِ اسلام حضرت امیر کبیرؒ نے کشمیر میں اپنی سعی وجہد سے وہ بے مثال انقلاب برپا

کر دیا، جو تا روزِ حشر سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ ان کی تشریف آوری نے کشمیریوں کی تقدیر ہی بدل کے رکھ دی۔ کفر وشرک کے مریضوں کو انہوں نے توحید کی دوا دے دے کر ہمیشہ کے لیے صحت یاب کیا۔ یہاں کے ہزاروں خدا بے زار باشندوں کو خدا پرست بنا دیا۔ بُت کدوں کے مجاوروں کو نعمتِ ایمان سے بہرہ مند کر کے انہیں مسجدوں کے امام ومتولی بنا دیا۔ جن کا کوئی دستور نہ تھا، انہیں قرآن حکیم دے کر دستورِ حیات دیا۔ جن کی زندگیاں بے مقصد تھیں، انہیں اِلَّا لِیَعْبُدُوْن کہہ کر مقصدِ زندگی سے آشنا کیا۔ جن کی پیشانیاں غیر اللہ کے آگے جھک جھک کر گِھس چکی تھیں۔ انہیں ایک خدا کے سِوا کسی اور کے آگے جھکنے سے روک دیا۔ اس طرح انہوں نے کفر وشرک کی صدیوں پرانی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دیں اور توحید کی گونج گھر گھر، قریہ قریہ سُنانے لگی، کلمۂ حق لوگوں کا وظیفۂ حیات بن گیا۔ پیامِ سیرت کے چرچے عام ہو گئے، قرآن اور اُس کی تعلیم نے تمام زندگی پر اپنی چھاپ ڈال دی۔ اسلام نے اپنے سائے پھیلا دیے اور دیانت داری، امانت داری نے قیمت پالی، حق وصداقت نے اپنے آغوش میں تمام وادی کو لے لیا۔ جو کل عورت کی عزت وعفت کی نیلامی سر بازار کرتے تھے وہی آج اُن کے پاسبان بن گئے۔ بداخلاقی اور بدکرداری کی ذلّت میں گِرے ہوئے حسنِ سیرت وحسنِ اخلاق کی انمول دولت سے مالا مال ہوئے۔ شرم وحیا کی حدیں پھاندھنے والے آج شرم وحیا کی چادر میں پناہیں ڈھونڈنے لگے۔ جو غریب ومفلس اور کمزور پر ظلم وجبر کرتے کرتے تھکتے نہ تھے وہ آج اُن کے ہمدرد وغمگسار بن گئے۔ جس قوم کے چھوٹے بڑے کل تک نظامِ باطل کے حامی ومعاون بن کر اُس کے آلہ کار بنے تھے وہی آج نظامِ حق نافذ کرنے والے بنے۔ جو لوگ علم وادب کے لحاظ سے بہت پیچھے تھے ان کو انہوں نے مختلف علوم وفنون سے ایسا آراستہ کیا کہ جس کا اثر آج بھی محسوس کیا جا رہا ہے۔ جاہل وبے خبر کو عالم وفاضل بنا دیا۔ انہوں نے خونِ آدم کے پیاسوں کو انسانیت کے محافظ بنا دیا۔ باہمی نفرت وعداوت کو آپسی الفت واخوت میں بدل کے رکھ دیا۔ جو رنگ ونسل کی بنیاد پر ایک دوسرے

کے بھگوان بنے تھے۔ انہیں انسانیت کے خادم بنادیا۔ جس معاشرہ کی تشکیل ذات پات کی بنیاد پر ہوئی تھی اُس کی ازسرِ نو ایمان وتقویٰ کی بنیاد پر تشکیل کی۔

حضرت امیر کبیرؒ نے نہ صرف وادیٔ کشمیر کو نعمتِ اسلام سے بہرہ مند کیا، بلکہ انہوں نے اس کو صنعت وحرفت، اور فنون و ہنر کی دولت سے مالا مال کیا۔ جو مالی زبوں حالی سے پریشان تھے انہیں مالی ترقی اور فراوانی کی نئی راہیں دکھادی۔ جو چوری، ڈاکہ زنی، لوٹ کھسوٹ، رشوت خوری، سودخوری، قمار بازی اور شراب نوشی جیسے بدترین برائیوں میں مبتلا تھے، انہیں قناعت گزار، اعتدال پسند اور نیکوکار بنادیا۔ جو امراء وسلاطین امارت وسلطنت کو عیش وعشرت، جاہ وحشمت اور حصولِ مال وشہرت کا سامان تصور کرتے تھے وہی آج ان منصبوں کو اللہ کی عنایت وامانت سمجھنے لگے اور خدمتِ خلق اور نظامِ حق کے قائم کرنے کا انہیں ذریعہ تصور کرنے لگے اور قرآن وحدیث اور دینِ اسلام کے پیچھے دیوانوں کی طرح چلنے لگے۔ اشاعتِ دین اور اسلامی علوم کی ترویج میں دلچسپی لینے لگے۔ شاہانہ لباس کے بجائے فقیرانہ لباس زیب تن کرنے لگے۔ غریب ومفلس اور کمزور وناتواں اور عام رعایا کے لیے اپنے دربار کے دروازے کھولنے لگے۔ اپنے منصب وامارت پر فخر وناز کرنے کے بجائے اللہ کی حمد وشکر کرنے لگے۔ غرض اُن کی زندگی اور ایوانِ سلطنت میں ایمان واسلام کا پرتو نظر آنے لگا۔ حضرت امیرؒ کی کوششوں سے یہاں کی اکثریت کو اسلام نے اپنی باہوں میں لے لیا جس سے کفر وشرک کی آماجگاہ توحید واسلام کا گہوارہ بن گیا۔ انہوں نے صدیوں سے سوئی ہوئی عقل وشعور کو بیدار کیا۔ فکر وخیال کی تطہیر کی، قلب وروح کا تزکیہ کر کے ایک نئے انسان کو وجود میں لایا۔ پھر امن وآشتی اور سکون نے اپنے پیروں تلے تمام بدامنیوں، افراتفری اور فتنہ وفساد کو روند ڈالا، ظلم وجبر کی جگہ عدل وانصاف نے لے لیا۔

حواشی:

ا: نگارستان کشمیر۔۲: تاریخ حسن، شاہِ ہمدان حیات اور کارنامے۔
۳: سید میر علی ہمدانی۔۴: اولیائے کشمیر۔۵: تذکرۂ اولیاءِ کشمیر۔۶: ایضًا۔
۷: واقعات کشمیر، تاریخ حسن۔۸: سید میر علی ہمدانی۔۹: اولیائے کشمیر۔
۱۰: واقعات کشمیر، اولیائے کشمیر، سید میر علی ہمدانی۔۱۱: شاہِ ہمدان حیات اور کارنامے۔
۱۲: خوارق السالکین، واقعات کشمیر، تاریخ سید علی متولی، تذکرۂ اولیاءِ کشمیر، تاریخ کبیر۔
۱۳: واقعاتِ کشمیر، تاریخ حسن، تاریخ کبیر، شاہ ہمدان حیات اور کارنامے۔
۱۴: تذکرۂ اولیاءِ کشمیر جلد اول، تاریخ کبیر۔۱۵: شاہِ ہمدان حیات اور کارنامے۔
۱۶: تاریخ کبیر، شاہِ ہمدان حیات اور کارنامے۔
۱۷: تذکرۂ اولیاءِ کشمیر، شاہِ ہمدان حیات اور کارنامے۔
۱۸: تذکرۂ اولیاءِ کشمیر، تاریخ کبیر۔۱۹: خوارق السالکین (تاریخ ہادی)۔
۲۰: مکمل تاریخ کشمیر۔۲۱: مکمل تاریخ کشمیر۔۲۲: واقعات کشمیر، تاریخ حسن۔
۲۳: تذکرۂ اولیاءِ کشمیر، تاریخ کبیر۔۲۴: شیرازہ شاہِ ہمدان نمبر۔
۲۵: سید میر علی ہمدانی۔۲۶: کشمیر میں عربی علوم اور اسلامی ثقافت کی اشاعت۔
۲۷: تاریخ حسن۔۲۸: شیرازہ شاہِ ہمدان نمبر۔۲۹: کشمیر میں عربی شعر وادب کی تاریخ۔
۳۰: شیرازہ شاہِ ہمدان نمبر۔۳۱: سید میر علی ہمدانی۔
۳۲: سید میر علی ہمدانی، شیرازہ شاہِ ہمدان نمبر۔۳۳: واقعاتِ کشمیر۔
۳۴: سید میر علی ہمدانی۔۳۵: شاہِ ہمدان حیات اور کارنامے، اولیائے کشمیر، سیّد میر علی ہمدانی۔